جاوید احمد غامدی صاحب کے تصور سنت وحدیث کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Javed Ahmad Ghamidi's Concept of Sunnah and Hadith

Muhammad Waqas
MPhil Scholar, Islamic Studies, University of Malakand
Email: waqas.mughal9594895@gmail.com
Dr. Badshah Rahman
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: Yahoo.com@ badshah742000
Muhammad Mansoor Khan
MPhil. Scholar, Islamic Studies, University of Malakand
Email: mansoorkhanchakdara@gmail.com

Abstract:
Main problem of Ghamidi's discourse is that it changes the explanation which has been since centuries and presents its own meaning and commentaries about Islamic terminologies which creates so many misunderstanding. When he on one side uses Quranic and Sunnah's symmetry while on other side when he neglects hadiths as main source, he mentions that he has mentioned hundreds of hadiths in his books like Meezan. The difference between hadiths and Sunnah is considered as a unique and extraordinary work by his followers while his opponents think it evidences of neglecting hadiths against him. First we will mention introduction of Javed Ahmad Ghamidi , then explanation of hadiths and Sunnah according to Ahnaf and finally the difference between it . After that concept of hadiths and Sunnah according to Javed Ahmad Ghamidi will be mentioned.

Keywords: Javed Ahmad Ghamidi, Hadith, Sunnah, Islamic Terminology, Ahnaf Perspective, Quran–Sunnah Relationship, Contemporary Islamic Discourse

مقدمہ:

جاوید احمد غامدی صاحب کے ڈسکورس کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ امت میں صدیوں سے رائج دینی اصطلاحات کی مفاہیم تبدیل کر کے انھیں اپنا مفہوم پہنا کر استعمال کرتے ہیں جس سے کئی غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ اس مسئلے کا سب سے واضح اظہار سنت وحدیث پر بحث میں ہوتا ہے جب غامدی صاحب ایک جانب قرآن وسنت اور

قرآن وحدیث کی تراکیب بھی استعمال کرتے ہیں اور دوسری طرف سنت اور حدیث کی اصطلاحات کو صدیوں سے رائج مفہوم کے بجائے کسی اور مفہوم میں استعمال کرتے ہیں اور پھر جب ان کی طرف حجیت حدیث کے انکار کی نسبت کی جاتی ہے، تو وہ ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی کتابوں، بالخصوص میزان میں سینکڑوں احادیث ذکر کی ہیں۔ غامدی صاحب کے متبعین میں بہت سارے ایسے ہیں جو سنت اور حدیث میں فرق کو ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ سمجھتے ہیں، جبکہ ان کے ناقدین اس کو انکار حدیث کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اس میں ہم پہلے جاوید احمد غامدی صاحب کا تعارف ذکر کرے گے اس کے بعد ہم احناف کے نزدیک سنت وحدیث کا مفہوم اور ان کے درمیان فرق کو ذکر کریں گے۔ اس کے بعد جاوید احمد غامدی صاحب کا تصور سنت وحدیث ذکر کریں گے۔

جاوید احمد غامدی صاحب کا تعارف

جاوید احمد غامدی صاحب ۱۸ اپریل ۱۹۵۱ء کو ضلع ساہیوال کے ایک نواحی گاوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پاکپتن میں پائی۔ اسلامیہ ہائی سکول پاکپتن سے میٹرک پاس کیا۔ اس کے بعد لاہور آئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور انگریزی ادب میں آرنر کیا۔

عربی وفارسی کی تعلیم پاکپتن ہی میں مولانا نذیر احمد سے حاصل کی۔ دینی علوم پرانے طرز پر مختلف لوگوں سے حاصل کی۔ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف میں برس ہابرس مولانا امین احسن اصلاحی صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہ تلمذ ان کے مطابق دس سال پر محیط رہا۔

ان کی دادا نور الٰہی کو لوگ گاوں کے مصلح سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر اپنے لئے غامدی کی نسبت اختیار کی۔ اور اسی بناء پر جاوید احمد غامدی کہلائے۔

دانش سرا، المورد، ماہنامہ اشراق، اور ماہنامہ رینائسینس کے بانی ہے۔ اس کے علاوہ برہان، میزان، البیان، اشراق اور خیال وخامہ (ان کا شعری مجموعہ) کے مصنف بھی ہے۔([1])

احناف کے نزدیک سنت اور حدیث کا تعارف

مسلمانوں میں صدیوں سے رائج اصطلاح کے مطابق شریعت کے ماخذ کے طور پر سنت کا لفظ سول اللہ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کے لیے بولا جاتا ہے اور چونکہ 'حدیث' آپ کے قول، فعل یا تقریر کی روایت کو کہا جاتا ہے، اس لیے بسا اوقات سنت اور حدیث کو ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسیؒ اپنی کتاب (تمہید الفصول فی الاصول)[2] میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ''عبادات میں مشروعات کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں''۔ اس کے تحت وہ پہلے ان مشرعات کی چار قسمیں ذکر کرتے ہیں: فرض، واجب، سنت اور نفل۔

پھر فرض کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالفرض اسم لمقدر شرعا ،لا يحتمل الزيادة والنقصان؛و هو مقطوع به،لكونه ثابتا بدليل موجب للعلم قطعا من الكتاب ،او السنة المتواتره ،او الاجماع۔[3]

پس فرض نام اس کے لئے جسے شریعت نے یوں مقرر کیا ہو کہ اس میں اضافہ یا کمی کی گنجائش نہ ہو؛ اور یہ قطعی ہوتا ہے کیونکہ یہ کتاب، سنت متواترہ یا اجماع کی ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جو علم قطعی کو واجب کرتا ہے۔

چنانچہ امام سرخسی ایک جانب فرض اور سنت کو مشروعات کی دو الگ قسموں کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور دوسری جانب بتاتے ہیں کہ فرض جن مآخذ سے معلوم ہوتا ہے ان کا قطعی ہونا ضروری ہے اور وہ تین ہیں: کتاب، سنت متواترہ اور اجماع۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام سرخسیؒ سنت کی اصطلاح دو الگ مفاہیم میں استعمال کر رہے ہیں اور دونوں مفاہیم کو ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں کرتے۔

فرض، واجب اور نفل کے مقابل میں سنت:

فرض اور واجب کی بحث کے بعد وہ مشروعات کی تیسری قسم یعنی سنت کی طرف آتے ہیں اور اس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

واما السنة :فهی الطريقة المسلوكة فی الدين

جہاں تک سنت کا تعلق ہے، تو یہ دین پر چلنے کا طریقہ ہے۔

آگے مزید کہتے ہیں:

والمراد به شرعا ما سنه رسول الله ﷺ ،والصحابة بعده عندنا[4]۔

ہمارے نزدیک شریعت میں اس سے مراد وہ طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے جاری کیا۔

اور اسی معنی میں امام محمدؒ بار بار اپنی کتابوں میں سنت کو ذکر کرتا ہے۔

سنت بطور مآخذ شریعت

امام سرخسیؒ شرعی حجتوں کے بارے میں ایک اور فصل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم بأن الاصول فی الحجج الشرعیة ثلاثة : الکتاب والسنة ،والاجماع،والاصل الرابع و ہو القیاس ھو المعنیٰ المستنبط من ھٰذہ الاصول الثلاثة۔[5]

جان لو کہ شرعی حجتوں میں بنیادیں تین ہیں؛ کتاب، سنت اور اجماع اور چوتھی بنیاد، جو کہ قیاس ہے وہ معنیٰ ہے جو ان بنیادوں سے مستنبط کیا جائے۔

اب یہاں سنت جب بطور ماخذ قانون ذکر کی جارہی ہے اور کتاب، اجماع اور قیاس کے ساتھ ذکر کی جارہی ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ اس کی تعریف کیسے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرعی حجتیں دو قسم کی ہیں: ایک وہ جن سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور دوسری وہ جن سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے۔ پہلی قسم میں وہ چار چیزیں ذکر کرتے ہیں: کتاب؛ وہ سنت جو رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنی گئی (یعنی صحابہ کے لیے)؛ وہ سنت جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ نقل ہوئی (صحابہ کے بعد کی نسلوں کے لیے)؛ اور اجماع۔ "اس کے بعد پہلے وہ کتاب پر بحث کرتے ہیں۔ پھر سنت کی طرف آتے ہیں اور یہاں خبر متواتر، خبر مشہور اور خبر واحد کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔

جب فقہاے کرام سنت کو اسلامی قانون کے ماخذ کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور اسے کتاب کے مقابل ذکر کرتے ہیں (کتاب و سنت)، تو وہاں فقہائے کرام کی مراد "الطریقة المسلوکة في الدین" نہیں ہے، بلکہ ان کی مراد شرعی حجت ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی علیم کے اولین مخاطبین کے لیے براہ راست سماع سے اور دوسروں کو خبر سے ملی۔ یہ خبر متواتر بھی ہو سکتی ہے، مشہور بھی اور خبر واحد بھی۔ اسی خبر کو حدیث کہتے ہیں۔ اس مفہوم میں کتاب و سنت کا اور قرآن و حدیث کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔

پھر فقہائے کرام سنت مشہورہ کو بھی الطریقة المسلوکة في الدین میں شمار کرتے ہیں اور خبر واحد سے ثابت عمل کو بھی، اگرچہ اس آخر الذکر کو وہ ظنی اور پہلے دو قسموں کو (معمولی فرق کے ساتھ) قطعی قرار دیتے ہیں لیکن الطریقة المسلوکة في الدین میں بہر حال تینوں کو شمار کرتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی صاحب کا تصور سنت وحدیث

غامدی صاحب حدیث کی اصطلاح کو تو تقریباً اس مروجہ مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، لیکن سنت کو انھوں نے یکسر مختلف مفہوم دے دیا ہے۔ اس لیے اس کی وضاحت ضروری ہے کیونکہ اس مقام پر بہت زیادہ خلط مبحث پایا جاتا ہے۔ سنت کی اصطلاح غامدی صاحب جس مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، اس کے متعلق خود غامدی صاحب کی تصریح ملاحظہ فرمایئے:

سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔ قرآن میں آپ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ روایت بھی اس کا حصہ ہے۔(6)

اس روایت کے ذریعے جو دین ملا ہے، غامدی صاحب اسے چار قسموں میں تقسیم کر دیتے ہے: عبادات، معاشرت، خورد ونوش اور رسوم و آداب؛ پھر ان میں ہر ایک کی چند ذیلی قسمیں ذکر کرنے کے بعد کل ملا کر ۲۶ امور کو سنت کی حیثیت دے دیتے ہیں۔

یہ ۲۶ امور کیسے متعین کیے گئے، اس کے لیے غامدی صاحب نے مبادی تدبر سنت کے عنوان سے سات اصول ذکر کیے ہیں۔ ان میں پہلا اصول وہ یہ بیان کرتے ہیں

سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہو۔(7)

اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہونے کی وضاحت غامدی صاحب نے ایک حاشیے میں ان الفاظ میں کی ہے:

یعنی اس کا تعلق عبادات سے ہو یا تطہیر بدن، تطہیر خورد ونوش یا تطہیر اخلاق سے، اس لئے کہ دین کے تمام احکام کا استقصا کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ انھی چار چیزوں کو شامل ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اپنی اس 'سنت' کی فہرست میں جو ۲۶ امور غامدی صاحب نے ذکر کئے ہیں[8]، ان میں بغل کے بال صاف کرنا، بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا، ناک منہ اور دانتوں کی صفائی اور مونچھیں پست رکھنا تو شامل ہے، لیکن داڑھی رکھنے کا عمل ان کی سنت کی فہرست میں شامل نہیں، حالانکہ مونچھیں پست رکھنے کا حکم اور داڑھی رکھنے کا حکم حدیث میں اکٹھے آیا ہے۔

واضح رہے کہ غامدی صاحب اس سے انکاری نہیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ بلکہ انبیاے سابقینؑ بھی داڑھی رکھتے تھے، اور وہ داڑھی رکھنے کو 'امور فطرت' میں شامل سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے نزدیک امور فطرت کا دائرہ دینی احکام سے الگ ہے۔ اس لئے وہ اسے دین کا حصہ نہیں سمجھتے، نہ ہی اسے سنت میں شامل سمجھتے ہیں۔ یہاں تک اگر داڑھی رکھنے کو رسول اللہ ﷺ کا 'اسوہ حسنہ' بھی کہا جائے تب بھی غامدی صاحب اسے سنت میں شامل نہیں کر سکتے کیونکہ اسوہ حسنہ کا دائرہ ان کے نزدیک سنت سے الگ ہے۔

سنت کی تعیین کے لیے غامدی صاحب دوسرا اصول یہ ذکر کرتے ہیں:

سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے، یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں۔ علم وعقیدہ، تاریخ، شان نزول اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(9)

بہ ظاہر یہ ایک بے ضرر سی بات نظر آتی ہے لیکن اس کے مضمرات بہت ہیں کیونکہ اس طرح انھوں نے احادیث میں بیان کیے گئے بہت سارے امور کو سنت کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔

تیسرا اصول غامدی صاحب یہ بتاتے ہیں:

عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتدا پیغمبر کے بجاے قرآن سے ہوئی ہے۔۔۔ کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے یا اس پر طابق النعل بالنعل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اس قول و فعل کو ہم سنت نہیں، بلکہ قرآن کی تفہیم و تعیین اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔(10)

یہ بھی محض درجہ بندی یا تقسیم کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس سے حدیث کے مقام پر اثر پڑتا ہے کیونکہ غامدی صاحب کے ہاں "تبیین" کا دائرہ بہت محدود ہے اور وہ صرف حدیث کے ذریعے نسخ اور زیادہ علی النص کا ہی انکار نہیں کرتے، بلکہ تحدید و تخصیص کی بھی نفی کرتے ہیں۔ پیغمبر کے قول و فعل کے ذریعے قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ کو سنت سے الگ کر کے وہ دراصل دین کے پورے تصور کو ہی تبدیل کر رہے ہیں۔ یہی بات ان کے چوتھے اصول کے متعلق بھی درست ہے جو وہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

سنت پر بطور تطوع عمل کرنے سے بھی وہ کوئی نئی سنت نہیں بن جاتی۔۔۔ یہی معاملہ کسی کام کو اس کے درجہ کمال پر انجام دینے کا بھی ہے۔(11)

سنت کی تعیین کے لیے پانچواں اصول اس سے بھی زیادہ دور رس نتائج کا حامل ہے۔ غامدی صاحب اس اصول کو یوں بیان کرتے ہیں:

وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں، وہ بھی سنت نہیں ہیں، الا یہ کہ انبیا علیہم السلام نے ان میں سے کسی چیز کو اٹھا کر دین کا لازمی جز بنا دیا ہو۔[12]

چھٹا اصول غامدی صاحب یہ ذکر کرتے ہیں:

وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے انھیں بتائی تو ہیں، لیکن اس رہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ انھیں سنت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیش نظر ہی نہیں ہے۔(میزان ص ۶۱)

اس کی مثال میں وہ نماز میں تشہد اور دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ آپ کے پسندیدہ اذکار ہیں اور ان سے بہتر کوئی چیز تصور نہیں کی جاسکتی، لیکن اس معاملے میں آپ کا طرز عمل صاف بتاتا ہے کہ آپ لوگوں کو کسی بات کا پابند نہیں کرنا چاہتے، بلکہ انھیں یہ اختیار دینا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی سکھائی ہوئی یہ دعائیں بھی کرسکتے ہیں اور ان کی جگہ دعاو مناجات کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اپناسکتے ہیں۔([13])

یہاں غامدی صاحب ایک جانب یہ فرماتے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی چیز تصور نہیں کی جاسکتی اور دوسری جانب کہتے ہیں کہ ان کی جگہ دعاو مناجات کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اپناسکتے ہیں۔ اگر اس کے جواب میں کہا جائے کہ بہتر طریقے کے بجائے کمتر طریقے پر عمل کیا جاسکتا ہے، تو اگلا سوال یہ ہے کہ سنت ہمیشہ ایک کیوں ہونی چاہیے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سکھائے گئے طریقوں اور آپ کی سکھائی گئی دعاؤں میں ہر ایک کو سنت کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ قطعی الدلالہ کے اصول کی طرح یہ اصول بھی کئی سوالات جنم لیتا ہے۔

آخری اصول سب سے زیادہ دور رس نتائج کا حامل ہے۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں:

ساتواں اصول یہ ہے کہ جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی۔۔۔ قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے اور وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے امت کو ملا ہے، اسی طرح یہ اُن کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے، اس سے کم تر کسی ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی تفہیم و تعیین کی روایت تو بے شک، قبول کی جاسکتی ہے، لیکن قرآن و سنت کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتے۔

اس اصول نے خبر مشہور اور خبر واحد کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیے گئے دین کو سنت کی فہرست سے خارج کر دیا ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک حدیث متواتر کا سرے سے وجود ہی نہیں پایا جاتا۔ اس طرح حدیث کے پورے ذخیرے کی دینی حیثیت کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ اس ذخیرے کو غامدی صاحب تفہیم و تعیین کے لیے قابل توجہ سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تفہیم و تبیین کا دائرہ بہت ہی سکڑا ہوا ہے اور اپنے فہم قرآن کو قطعی قرار دے کر اسے ظنی حدیث پر فوقیت دینے کا رویہ تو ویسے بھی ان کے ڈسکورس کی بنیادی خصوصیات میں شامل ہے۔

غامدی صاحب کے تصور سنت کی حقیقت سمجھنے کے بعد ان بعض لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو گا جو غامدی صاحب کے تصور سنت وحدیث کو فقہاء کے عین مطابق قرار دیتا ہے۔

اس بحث کے بعد ہم یہ ذکر کرتے ہیں کہ احناف کے نزدیک سنت وحدیث کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ شمس الائمہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ "عبادت میں مشروعات کیا ہے اور ان کے احکام کیا ہے۔[14]" اس کے حوالے سے پہلے وہ ان کے چار اقسام ذکر کرتے ہیں۔: فرض، واجب، سنت اور نفل۔

پھر فرض کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالفرض اسم لمقدر شرعا، لا يحتمل الزيادة والنقصان ؛و هو مقطوع به،لكونه ثابتا بدليل موجب للعلم قطعا من الكتاب،او السنة المتواترة ،او الاجماع۔[15]

پس فرض نام ہے اس کے لئے جسے شریعت نے یوں مقرر کیا ہو کہ اس میں اضافہ یا کمی کی گنجائش نہ ہو؛ اور یہ قطعی ہوتا ہے کیونکہ یہ کتاب، سنت متواترہ یا اجماع کی ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جو علم قطعی کو واجب کرتا ہے۔

چنانچہ امام سرخسیؒ ایک جانب فرض اور سنت کو مشروعات کی دو الگ قسموں کے طور پر ذکر کر ہیں اور دوسری جانب بتاتے ہیں کہ فرض جن مآخذ سے معلوم ہوتا ہے ان کا قطعی ہونا ضروری ہے اور وہ یہ تین ہیں: کتاب ، سنت متواترہ، اور اجماع۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام سرخسیؒ سنت کی اصطلاح دو الگ مفاہیم میں استعمال کر رہے ہیں۔ اور دونوں مفاہیم کو ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں کرتے۔

فرض اور واجب کی بحث کے بعد وہ مشروعات کی تیسری قسم، یعنی سنت کی طرف آتے ہیں اور اس کی یہ تعریف کرتے ہیں: "وأما السنة فهي الطريقة المسلوكة في الدين۔"[16]

جہاں تک سنت کا تعلق ہے، تو یہ دین پر چلنے کا طریقہ ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

والمراد به شرعاً ما سنه رسول الله - صلى الله عليه وسلم ، والصحابةؓ بعده عندنا."

ہمارے نزدیک شریعت میں اس سے مراد وہ طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے جاری فرمایا۔

اب کسی کو یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ وہ احناف کے تصور سنت سے جاوید احمد غامدی صاحب کے تصور سنت کے لئے استدلال کرلے۔ اور وہ اسی تعریف کو لے لے۔ حالانکہ یہ اس سنت کی تعریف نہیں جو "کتاب" کے مقابلے میں ذکر کی جاتی ہے (کتاب وسنت)۔، بلکہ یہ وہ سنت ہے جو فرض، واجب اور نفل کے مقابل میں ذکر کی جاتی ہے اور من جملہ مشروعات میں سے ہے۔

یہاں ہم سنت کو احناف کے نزدیک بطور ماخذ شریعت بھی بیان کرتے ہیں۔

احناف کے نزدیک سنت بطور ماخذ شریعت:

امام سرخسیؒ شرعی حجتوں کے بارے میں، یعنی شریعت کے مآخذ کے بارے میں، ایک اور فصل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم بأن الأصول في الحجج الشرعية ثلاثة: الكتاب والسنة والإجماع، والأصل الرابع وهو القياس هو المعنى المستنبط من هذه الأصول الثلاثة .[17]

جان لو کہ شرعی حجتوں میں تین بنیادیں ہیں: کتاب، سنت اور اجماع؛ اور چوتھی بنیاد، جو کہ قیاس ہے، وہ معنی ہے جو ان تین بنیادوں سے مستنبط کیا جائے۔

اب یہاں سنت جب بطور ماخذ قانون ذکر کی جارہی ہے اور کتاب، اجماع اور قیاس کے ساتھ کی جارہی ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ اس کی تعریف کیسے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شرعی حجتیں دو قسم کی ہیں: ایک وہ جن سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور دوسری وہ جن سے فنی علم حاصل ہوتا ہے۔ پہلی قسم میں وہ چار چیزیں ذکر کرتے ہیں: کتاب؛ وہ سنت جو رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست سنی گئی (یعنی صحابہ کرامؓ کے لیے)؛ وہ سنت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ نقل ہوئی (صحابہ کے بعد کی نسلوں کے لیے)؛ اور اجماع[18] اس کے بعد پہلے وہ کتاب پر بحث کرتے ہیں۔ پھر سنت کی طرف آتے ہیں اور یہاں خبر متواتر، خبر مشہور اور خبر واحد کی ذکر کرتے ہیں۔[19]

نتیجہ:

اس بحث سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب سنت سے وہ چیز مراد لیتے ہیں جسے فقہائے کرام الطريقة المسلوكة في الدين سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن ایک تو وہ اسے "مشروعات، (یعنی فرض، واجب اور نفل) کے بجائے اسلامی قانون کے مآخذ میں رکھ دیتے ہیں؛ اور دوسرے، وہ اس سنت کے لیے تواتر کی شرط لگاتے ہیں۔ یوں وہ نہ صرف سنت کی ساری بحث کو تلپٹ کر کے رکھ دیتے ہیں، بلکہ سنت مشہورہ اور اس سنت کو جو خبر واحد سے ثابت ہو رہی ہے، الطريقة المسلوكة في الدين سے بھی نکال دیتے ہیں! یہ موقف ظاہر ہے کہ فقہاے کرام کے موقف سے مختلف ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب سنت اور حدیث میں جس فرق کے قائل ہے، کیا احناف کا بھی وہی موقف ہے۔؟؟؟

حواشی

[1] -https://youtu.be/crJKAFBoKGQ?si=wwkbXJ1tOfMn2kKa

[2] ۔ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی، تمہید الفصول فی الاصول، جلد 1 (کویت: مکتبہ امام الذہبی، 1443ھ)، 110۔

[3] ۔ ایضاص ۱۲۳

[4] ۔ تمہید الفصول فی الاصول ص ۱۲۳

[5] ا۔ ایضاص ۱۲۴

[6] ۔ جاوید احمد غامدی، میزان (لاہور: المورد، طبع نہم، 2014ء) ص 14

[7] ۔ ایضا: ص 58

[8] . میزان ص ۱۴

[9] ۔ ایضاص ۵۹

[10] ۔ ایضاص ۶۰

[11] ۔ ایضاص ۶۰

[12] ۔ ایضاص ۶۱

[13] ۔ ایضا: ص ۶۱۔ ۶۲

[14] ۔ تمہید الفصول فی الاصول ج ا ص ۱۱۰

[15] ۔ ایضا

[16] ۔ ایضا ۱۱۳

[17] ۔ تمہید الفصول فی الاصول ج ا ص ۲۷۹

[18] تمہید الفصول فی الاصول ج ا ص ۲۷۹

[19] ۔ ایضاص ۲۸۲